سلسلہ اصلاحی خطبات ۹۵

رمضان کس طرح گزاریں؟

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب ⬅ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم
ضبط و ترتیب ⬅ مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ ⬅
مقام ⬅ جامع مسجد بیت المکرم، گلشن اقبال، کراچی
ناشر ⬅ میمن اسلامک پبلشرز
باہتمام ⬅ ولی اللہ میمن
قیمت ⬅ -/ روپے
کمپوزنگ ⬅ فاروق اعظم کمپوزرز

ملنے کے پتے

- میمن اسلامک پبلشرز، ۱۸۸/ا۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹
- دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
- ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور ۲
- مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴
- ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی ۱۴
- کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی
- مولانا اقبال نعمانی صاحب، آفیسر کالونی گارڈن، کراچی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان کس طرح گزاریں؟

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات أعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضلَّ لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد أن لا الٰہ إلا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہٗ ونشھدأن سیدنا وسندنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وأصحابہ وبارک وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیراً۔ امابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ، فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ. (سورۃ البقرۃ:۱۸۵)

اٰمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، ونحن علی ذلک من الشاھدین والشاکرین. والحمدللّٰہ رب العٰلمین۔

رمضان، ایک عظیم نعمت

بزرگان محترم و برادران عزیز! یہ رمضان المبارک کا مہینہ اللہ جل

شانہ کی بڑی عظیم نعمت ہے۔ ہم اور آپ اس مبارک مہینے کی حقیقت اور اس کی قدر کیسے جان سکتے ہیں، کیونکہ ہم لوگ دن رات اپنے دنیاوی کاروبار میں الجھے ہوئے ہیں اور صبح سے شام تک دنیا ہی کی دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہیں اور مادّیت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم کیا جانیں کہ رمضان کیا چیز ہے؟ اللہ جلّ شانہ جن کو اپنے فضل سے نوازتے ہیں اور اس مبارک مہینے میں اللہ جلّ شانہ کی طرف سے انوار و برکات کا جو سیلاب آتا ہے اس کو پہچانتے ہیں، ایسے حضرات کو اس مہینے کی قدر ہوتی ہے۔ آپ نے یہ حدیث سنی ہوگی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا چاند دیکھتے تو دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

﴿اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَ شَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ﴾ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

اے اللہ، ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچادیجئے۔ یعنی ہماری عمر اتنی دراز کردیجئے کہ ہمیں اپنی عمر میں رمضان کا مہینہ نصیب ہوجائے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ رمضان آنے سے دو ماہ پہلے رمضان کا انتظار اور اشتیاق شروع ہوگیا اور اس کے حاصل ہوجانے کی دعا کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مہینہ نصیب فرمادے۔ یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جس کو رمضان المبارک کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہو۔

عمر میں اضافے کی دعا

اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص اس نیت سے اپنی عمر میں

اضافے کی دعا کرے کہ میری عمر میں اضافہ ہوجائے تاکہ اس عمر کو میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق صحیح استعمال کرسکوں اور پھر وہ آخرت میں کام آئے، تو عمر کے اضافے کی یہ دعا کرنا اس حدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ دعا مانگنی چاہئے کہ یا اللہ! میری عمر میں اتنا اضافہ فرمادیں کہ میں اس میں آپ کی رضا کے مطابق کام کرسکوں اور جس وقت میں آپ کی بارگاہ میں پہنچوں تو اس وقت آپ کی رضا کا مستوجب بن جاؤں۔ لیکن جو لوگ اس قسم کی دعا مانگتے ہیں کہ "یا اللہ! اب تو اس دنیا سے اٹھا ہی لے" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دعا کرنے سے منع فرمایا ہے اور موت کی تمنا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ارے تم تو یہ سوچ کر موت کی دعا کررہے ہو کہ یہاں (دنیا میں) حالات خراب ہیں جب وہاں چلے جائیں گے تو وہاں اللہ میاں کے پاس سکون مل جائے گا۔ ارے یہ تو جائزہ لو کہ تم نے وہاں کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ کیا معلوم کہ اگر اس وقت موت آجائے تو خدا جانے کیا حالات پیش آئیں۔ اس لئے ہمیشہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ عافیت عطا فرمائے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے عمر مقرر کر رکھی ہے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

زندگی کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی دعا

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

﴿اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْراً لِیْ

وَ تَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ ﴾ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)

اے اللہ! جب تک میرے حق میں زندگی فائدہ مند ہے، اس وقت تک مجھے زندگی عطا فرما، اور جب میرے حق میں موت فائدہ مند ہو جائے، اے اللہ! مجھے موت عطا فرما۔ لہٰذا یہ دعا کرنا کہ یا اللہ! میری عمر میں اتنا اضافہ کر دیجئے کہ آپ کی رضا کے مطابق اس میں کام کرنے کی توفیق ہو جائے، یہ دعا کرنا درست ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اس دعا سے مستفاد ہوتی ہے کہ اے اللہ! ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے۔

رمضان کا انتظار کیوں؟

اب سوال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اشتیاق اور انتظار کیوں ہو رہا ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ آجائے اور ہمیں مل جائے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو اپنا مہینہ بنایا ہے، ہم لوگ چونکہ ظاہر بین قسم کے لوگ ہیں، اس لئے ظاہری طور پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان المبارک کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ روزوں کا مہینہ ہے، اس میں روزے رکھے جائیں گے اور تراویح پڑھی جائیگی اور بس۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بات یہاں تک ختم نہیں ہوتی، بلکہ روزے ہوں یا تراویح ہوں یا رمضان المبارک کی کوئی اور عبادت ہو، یہ سب عبادات ایک اور بڑی چیز کی علامت ہیں، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو اپنا مہینہ بنایا ہے تاکہ وہ لوگ جو گیارہ مہینے تک مال کی دوڑ دھوپ میں لگے رہے اور ہم سے دور رہے اور اپنے دنیوی کاروبار میں الجھے رہے اور

خواب غفلت میں مبتلا رہے، ہم ان لوگوں کو ایک مہینہ اپنے قرب کا عطا فرماتے ہیں، ان سے کہتے ہیں کہ تم ہم سے بہت دور چلے گئے تھے اور دنیا کے کام دھندوں میں الجھ گئے تھے، تمہاری سوچ، تمہاری فکر، تمہارا خیال، تمہارے اعمال، تمہارے افعال، یہ سب دنیا کے کاموں میں لگے ہوئے تھے، اب ہم تمہیں ایک مہینہ عطا کرتے ہیں، اس مہینے میں تم ہمارے پاس آجاؤ اور اس کو ٹھیک گزار لو، تو تمہیں ہمارا قرب حاصل ہوجائے گا، کیونکہ یہ ہمارے قرب کا مہینہ ہے۔

انسان کی پیدائش کا مقصد

دیکھئے! انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے اندر ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:۵۶)

یعنی میں نے جنّات اور انسان کو صرف ایک کام کے لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ انسان کا اصل مقصدِ زندگی اور اس کے دنیا میں آنے اور دنیا میں رہنے کا **اصل** مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ جلّ شانہ کی عبادت کرے۔

کیا فرشتے عبادت کے لئے کافی نہیں تھے؟

اب اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس مقصد کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پہلے ہی پیدا فرما دیا تھا، اب اس مقصد کے لئے

دوسری مخلوق یعنی انسان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے اگرچہ عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے، لیکن وہ اس طرح پیدا کئے گئے تھے کہ خلقتاً عبادت کرنے پر مجبور تھے، اس لئے کہ ان کی فطرت میں صرف عبادت کا مادہ رکھا گیا تھا، عبادت کے علاوہ گناہ اور معصیت اور نافرمانی کا مادہ رکھا ہی نہیں گیا تھا۔ لیکن حضرتِ انسان اس طرح پیدا کئے گئے کہ ان کے اندر نافرمانی کا مادہ بھی رکھا گیا، گناہ کا مادہ بھی رکھا گیا، اور پھر حکم دیا گیا کہ عبادت کرو۔ اس لئے فرشتوں کے لئے عبادت کرنا آسان تھا لیکن انسان کے اندر خواہشات ہیں، جذبات ہیں، محرّکات ہیں، اور ضروریات ہیں، اور گناہوں کے دواعی ہیں، اور پھر حکم یہ دیا گیا کہ گناہوں کے ان دواعی سے بچتے ہوئے اور ان جذبات کو کنٹرول کرتے ہوئے اور گناہوں کی خواہشات کو کچلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

عبادات کی دو قسمیں

یہاں ایک بات اور سمجھ لینی چاہئے، جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض اوقات گمراہیاں پیدا ہوجاتی ہیں، وہ یہ کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ مؤمن کا ہر کام عبادت ہے، یعنی اگر مؤمن کی نیت صحیح ہے اور اس کا طریقہ صحیح ہے اور وہ سُنّت کے مطابق زندگی گزار رہا ہے تو پھر اس کا کھانا بھی عبادت ہے، اس کا سونا بھی عبادت ہے، اس کا ملنا جلنا بھی عبادت ہے، اس کا کاروبار کرنا بھی عبادت ہے، اس کا بیوی بچوں کے

ساتھ ہنسنا بولنا بھی عبادت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح ایک مؤمن کے یہ سب کام عبادت ہیں، اسی طرح نماز بھی عبادت ہے، تو پھر ان دونوں عبادتوں میں کیا فرق ہے؟ ان دونوں کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے اور اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگ گمراہی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

پہلی قسم: براہِ راست عبادت

ان دونوں عبادتوں میں فرق یہ ہے کہ ایک قسم کے اعمال وہ ہیں جو براہِ راست عبادت ہیں، اور جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے اور وہ اعمال صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے ہی وضع کئے گئے ہیں۔ جیسے نماز ہے، اس نماز کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے کہ بندہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ کے آگے سرِنیاز جھکائے، اس نماز کا کوئی اور مقصد اور مصرف نہیں ہے، لہٰذا یہ نماز اصلی عبادت اور براہِ راست عبادت ہے۔ اسی طرح روزہ، زکوٰۃ، ذکر، تلاوت، صدقات، حج، عمرہ، یہ سب اعمال ایسے ہیں کہ ان کو صرف عبادت ہی کے لئے وضع کیا گیا ہے، ان کا کوئی اور مقصد اور مصرف نہیں ہے، یہ براہِ راست عبادتیں ہیں۔

دوسری قسم: بالواسطہ عبادت

ان کے مقابلے میں کچھ اعمال وہ ہیں جن کا اصل مقصد تو کچھ اور تھا،

مثلاً اپنی دنیاوی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مؤمن سے یہ کہہ دیا کہ اگر تم اپنے دنیاوی کاموں کو بھی نیک نیتی سے، ہماری مقرر کردہ حدود کے اندر اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے مطابق انجام دوگے تو ہم تمہیں ان کاموں پر بھی ویسا ہی ثواب دیں گے جیسے ہم پہلی قسم کی عبادات پر دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ عبادات براہِ راست نہیں ہیں بلکہ بالواسطہ عبادت ہیں اور یہ عبادات کی دوسری قسم ہے۔

"حلال کمانا" بالواسطہ عبادت ہے

مثلاً یہ کہہ دیا کہ اگر تم بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے جائز حدود کے اندر رہ کر کماؤ گے اور اس نیت کے ساتھ رزقِ حلال کماؤ گے کہ میرے ذمّے میری بیوی کے حقوق ہیں، میرے ذمّے میرے بچوں کے حقوق ہیں، میرے ذمّے میرے نفس کے حقوق ہیں، ان حقوق کو ادا کرنے کے لئے میں کمارہا ہوں، تو اس کمائی کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ عبادت بنادیتے ہیں۔ لیکن اصلاً یہ کمائی کرنا عبادت کے لئے نہیں بنایا گیا، اس لئے یہ کمائی کرنا براہِ راست عبادت نہیں بلکہ بالواسطہ عبادت ہے۔

براہِ راست عبادت افضل ہے

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو عبادت براہِ راست عبادت ہے، وہ ظاہر ہے کہ اس عبادت سے افضل ہوگی جو بالواسطہ عبادت ہے اور اس کا

درجہ زیادہ ہوگا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ "میں نے جنات اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا تاکہ وہ میری عبادت کریں" اس سے مراد عبادت کی پہلی قسم ہے جو براہِ راست عبادت ہیں۔ عبادت کی دوسری قسم مراد نہیں جو بالواسطہ عبادت ہیں۔

ایک ڈاکٹر صاحب کا واقعہ

چند روز پہلے ایک خاتون نے مجھ سے پوچھا کہ میرے شوہر ڈاکٹر ہیں، انہوں نے اپنا کلینک کھول رکھا ہے، مریضوں کو دیکھتے ہیں، اور جب نماز کا وقت آتا ہے تو وہ وقت پر نماز نہیں پڑھتے، اور رات کو جب کلینک بند کر کے گھر واپس آتے ہیں تو تینوں نمازیں ایک ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ گھر آکر ساری نمازیں اکٹھی کیوں پڑھتے ہیں، وہیں کلینک میں وقت پر نماز ادا کرلیا کریں تاکہ قضا نہ ہوں۔ جواب میں شوہر نے کہا کہ میں مریضوں کا جو علاج کرتا ہوں، یہ خدمتِ خلق کا کام ہے اور خدمتِ خلق بہت بڑی عبادت ہے اور اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اس لئے میں اس کو ترجیح دیتا ہوں، اور نماز پڑھنا چونکہ میرا ذاتی معاملہ ہے، اس لئے میں گھر آکر اکٹھی ساری نمازیں پڑھ لیتا ہوں۔ تو وہ خاتون مجھ سے پوچھ رہی تھیں کہ میں اپنے شوہر کی اس دلیل کا کیا جواب دوں؟

نماز کسی حال معاف نہیں

حقیقت میں ان کے شوہر کو یہاں سے غلط فہمی پیدا ہوئی کہ ان

دونوں قسم کی عبادتوں کے مرتبے میں جو فرق ہے اس فرق کو نہیں سمجھے۔ وہ فرق یہ ہے کہ نماز کی عبادت براہِ راست ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم جنگ کے میدان میں بھی ہو اور دشمن سامنے موجود ہو تب بھی نماز پڑھو، اگرچہ اس وقت نماز کے طریقے میں آسانی پیدا فرمادی، لیکن نماز کی فرضیت اس وقت بھی ساقط نہیں فرمائی۔ چنانچہ نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء: ۱۰۳)

"بیشک نماز اپنے مقررہ وقت پر مؤمنین پر فرض ہے"۔

اب بتایئے کہ جہاد سے بڑھ کر اور کیا عمل ہوگا، لیکن حکم یہ دیا کہ جہاد میں بھی وقت پر نماز پڑھو۔

خدمتِ خلق دوسرے درجے کی عبادت ہے

حتیٰ کہ اگر ایک انسان بیمار پڑا ہوا ہے اور اتنا بیمار ہے کہ وہ کوئی کام انجام نہیں دے سکتا، اس حالت میں بھی یہ حکم ہے کہ نماز مت چھوڑو، نماز تو ضرور پڑھو، لیکن ہم تمہارے لئے یہ آسانی کردیتے ہیں کہ کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھ لو اور اشارہ سے پڑھ لو، وضو نہیں کرسکتے تو تیمم کرلو، لیکن پڑھو ضرور۔ یہ

نماز کسی حال میں بھی معاف نہیں فرمائی، اس لئے کہ نماز براہِ راست اور مقصود بالذات عبادت ہے اور پہلے درجے کی عبادت ہے، اور ڈاکٹر صاحب جو مریضوں کا علاج کرتے ہیں یہ خدمتِ خلق ہے، یہ بھی بہت بڑی عبادت ہے، لیکن یہ دوسرے درجے کی عبادت ہے، براہِ راست عبادت نہیں۔ لہٰذا اگر ان دونوں قسموں کی عبادتوں میں تعارض اور تقابل ہوجائے تو اس صورت میں اس عبادت کو ترجیح ہوگی جو براہِ راست عبادت ہے۔ چونکہ ان ڈاکٹر صاحب نے ان دونوں قسم کی عبادتوں کے درمیان فرق کو نہیں سمجھا، اس کے نتیجے میں اس غلطی کے اندر مبتلا ہوگئے۔

دوسری ضروریات کے مقابلے میں نماز زیادہ اہم ہے

دیکھئے! جس وقت آپ مطب میں خدمتِ خلق کے لئے بیٹھتے ہیں، اس دوران آپ کو دوسری ضروریات کے لئے بھی تو اٹھنا پڑتا ہے، مثلاً اگر بیت الخلاء جانے کی یا غسل خانے میں جانے کی ضرورت پیش آجائے تو آخر اس وقت بھی تو آپ مریضوں کو چھوڑ کر جائیں گے، اسی طرح اگر اس وقت بھوک لگی ہوئی ہے اور کھانے کا وقت آگیا ہے، اس وقت آپ کھانے کے لئے وقفہ کریں گے یا نہیں؟ جب آپ ان کاموں کے لئے اٹھ کر جاسکتے ہیں، تو اگر نماز کا وقت آنے پر نماز کے لئے اٹھ جائیں گے تو اس وقت کیا دشواری پیش آجائے گی؟ اور خدمتِ خلق میں کون سی

رکاوٹ پیدا ہوجائیگی؟ جب کہ دوسری ضروریات کے مقابلہ میں نماز زیادہ اہم ہے۔ دراصل دونوں عبادتوں میں فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی۔ یوں تو دوسری قسم کی عبادت کے لحاظ سے ایک مؤمن کا ہر کام عبادت بن سکتا ہے، اگر ایک مؤمن نیک نیتی سے سُنّت کے طریقے پر کام کرے تو اس کی ساری زندگی عبادت ہے، لیکن وہ دوسرے درجے کی عبادت ہے۔ پہلے درجے کی عبادت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اللہ کا ذکر وغیرہ، یہ براہِ راست اللہ کی عبادتیں ہیں اور اصل میں انسان کو اسی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

انسان کا امتحان لینا ہے

انسان کو اس عبادت کے لئے اس لئے پیدا فرمایا تاکہ یہ دیکھیں کہ یہ انسان جس کے اندر ہم نے مختلف قسم کے داعیے اور خواہشات رکھی ہیں، ہم نے اس کے اندر گناہوں کے جذبات اور ان کا شوق رکھا ہے، ان تمام چیزوں کے باوجود یہ انسان ہماری طرف آتا ہے اور ہمیں یاد کرتا ہے یا یہ گناہوں کے داعیے کی طرف جاتا ہے اور ان جذبات کو اپنے اوپر غالب کرلیتا ہے۔ اس مقصد کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا۔

یہ حکم بھی ظلم نہ ہوتا

جب یہ بات سامنے آگئی کہ انسان کا مقصودِ زندگی عبادت ہے، لہٰذا

اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو یہ حکم دیتے کہ چونکہ تم دنیا کے اندر عبادت کے لئے آئے ہو اور تمہاری زندگی کا مقصد بھی عبادت ہے، تو اب صبح سے شام تک تمہارا اور کوئی کام نہیں، بس ایک ہی کام ہے، اور وہ یہ کہ تم ہمارے سامنے ہر وقت سجدے میں پڑے رہو اور ہمارا ذکر کرتے رہو، اور جہاں تک ضروریاتِ زندگی کا تعلق ہے تو چلو ہم تمہیں اتنی مہلت دیتے ہیں کہ درمیان میں اتنا وقفہ کرنے کی اجازت ہے کہ تم درمیان میں دوپہر کا کھانا اور شام کا کھانا کھالیا کرو تاکہ تم زندہ رہ سکو، لیکن باقی سارا وقت ہمارے سامنے سجدہ میں رہتے ہوئے گزار دو۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ حکم جاری کردیتے تو کیا ہم پر کوئی ظلم ہوتا؟ ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ ہمیں پیدا ہی اس کام کے لئے کیا گیا ہے۔

ہم اور آپ بکے ہوئے مال ہیں

لہٰذا ایک طرف تو عبادت کے مقصد سے پیدا فرمایا، اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ (التوبۃ:۱۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانیں اور تمہارا مال خرید لیا ہے اور اس کی قیمت جنّت لگادی ہے۔ لہٰذا ہم اور آپ تو بکے ہوئے مال ہیں، ہماری جان بھی بکی ہوئی ہے اور ہمارا مال بھی بکا ہوا ہے۔ اب اگر ان کو خریدنے والا

جس نے ان کی اتنی بڑی قیمت لگائی ہے یعنی جنت، جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے، وہ خریدار اگر یہ کہہ دے کہ تمہیں صرف اپنی جان بچانے کی حد تک کھانے پینے کی اجازت ہے اور کسی کام کی اجازت نہیں ہے، بس ہمارے سامنے سجدے میں پڑے رہو، تو اسے یہ حکم دینے کا حق تھا، ہم پر کوئی ظلم نہ ہوتا، لیکن یہ عجیب خریدار ہے جس نے ہماری جان اور مال کو خرید لیا اور اس کی اتنی بڑی قیمت بھی لگادی اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ ہم نے تمہاری جان بھی خریدلی اور اب تمہیں ہی واپس کردیتے ہیں، تم ہی اپنی جان سے فائدہ اٹھاؤ اور ساری زندگی اس سے کام لیتے رہو۔ کھاؤ، کماؤ، تجارت کرو، ملازمت کرو اور دنیا کی دوسری جائز خواہشات پوری کرو، سب کی تمہیں اجازت ہے، بس اتنی بات ہے کہ پانچ وقت ہمارے دربار میں آجایا کرو، اور تھوڑی سی پابندی لگاتے ہیں کہ یہ کام اس طرح کرو اور اس طرح نہ کرو۔ بس ان کاموں کی پابندی کرلو، باقی تمہیں کھلی چھوٹ ہے۔

انسان اپنا مقصدِ زندگی بھول گیا

اب جب اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو اس کی جان اور اس کا مال واپس دے دیا اور یہ کہہ دیا کہ تمہارے لئے تجارت بھی جائز، ملازمت بھی جائز، زراعت بھی جائز۔ جب سب چیزیں جائز کردیں تو اب اس کے بعد جب یہ حضرت انسان تجارت کرنے کے لئے اور ملازمت کرنے کے

لئے، زراعت کرنے اور کھانے کمانے کے لئے نکلے تو وہ یہ بھول گئے کہ ہم اس دنیا میں کیوں بھیجے گئے تھے؟ اور ہمارا مقصدِ زندگی کیا تھا؟ کس نے ہمیں خریدا تھا؟ اور اس خریداری کا کیا مقصد تھا؟ اس نے ہم پر کیا پابندیاں لگائی تھیں؟ اور کیا احکام ہمیں دیئے تھے؟ یہ سب باتیں تو بھول گئے، اور اب خوب تجارت ہو رہی ہے، خوب پیسہ کمایا جارہا ہے، اور آگے بڑھنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے اور اسی کی فکر ہے اور اسی میں دن رات لگا ہوا ہے۔ اور اگر کسی کو نماز کی فکر ہوئی بھی تو حواس باختہ حالت میں مسجد میں حاضر ہوگیا، اب دل کہیں ہے، دماغ کہیں ہے اور جلدی جلدی جیسی تیسی نماز ادا کی اور پھر واپس جاکر تجارت میں لگ گیا۔ اور کبھی مسجد میں بھی آنے کی توفیق نہیں ہوئی تو گھر میں پڑھ لی، اور کبھی نماز ہی نہ پڑھی اور قضا کردی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دنیاوی اور تجارتی سرگرمیاں انسان پر غالب آتی چلی گئیں۔

عبادت کی خاصیت

عبادت کا خاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا رشتہ جوڑتی ہے، اس کے ساتھ ایک تعلق قائم کرتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

دنیاوی کاموں کی خاصیت

دوسری طرف دنیاوی کاموں کی خاصیت یہ ہے کہ اگرچہ انسان ان کو

صحیح دائرے میں رہ کر بھی کرے، مگر پھر بھی یہ دنیاوی کام رفتہ رفتہ انسان کو معصیت کی طرف لے جاتے ہیں اور روحانیت سے دور کردیتے ہیں۔

اب جب گیارہ مہینے اسی دنیاوی کاموں میں گزر گئے اور اس میں مادّیت کا غلبہ رہا اور روپے پیسے حاصل کرنے اور زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کا غلبہ رہا تو اس کے نتیجے میں انسان پر مادّیت غالب آگئی اور عبادتوں کے ذریعہ جو رشتہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ قائم ہونا تھا، وہ رشتہ کمزور ہوگیا، اس کے اندر ضعف آگیا، اور جو قرب حاصل ہونا تھا وہ حاصل نہ ہوسکا۔

رحمت کا خاص مہینہ

تو چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ جو انسان کے خالق ہیں، وہ جانتے تھے کہ یہ حضرت انسان جب دنیا کے کام دھندے میں لگے گا تو ہمیں بھول جائے گا، اور پھر ہماری عبادات کی طرف اس کا اتنا انہماک نہیں ہوگا جتنا دنیاوی کاموں کے اندر اس کو انہماک ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے اس انسان سے فرمایا کہ ہم تمہیں ایک موقع اور دیتے ہیں اور ہر سال تمہیں ایک مہینہ دیتے ہیں، تاکہ جب تمہارے گیارہ مہینے ان دنیاوی کام دھندوں میں گزر جائیں اور مادّے کے اور روپے پیسے کے چکر میں الجھے ہوئے گزر جائیں تو اب ہم تمہیں رحمت کا ایک خاص مہینہ عطا کرتے ہیں، اس ایک مہینہ کے اندر تم ہمارے پاس آجاؤ تاکہ گیارہ مہینوں کے دوران تمہاری روحانیت

میں جو کمی واقع ہو گئی ہے اور ہمارے ساتھ تعلق اور قرب میں جو کمی واقع ہو گئی ہے، اس مبارک مہینہ میں تم اس کمی کو دور کرلو۔ اور اس مقصد کے لئے بھی ہم تمہیں یہ ہدایت کا مہینہ عطا کرتے ہیں کہ تمہارے دلوں پر جو زنگ لگ گیا ہے اس کو دور کرلو، اور ہم سے جو دور چلے گئے ہو اب قریب آجاؤ، اور جو غفلت تمہارے اندر پیدا ہو گئی ہے اس کو دور کر کے اپنے دلوں کو ذکر سے آباد کرلو۔ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ عطا فرمایا۔ ان مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرب پیدا کرنے کے لئے روزہ اہم ترین عنصر ہے، روزہ کے علاوہ اور جو عبادات اس ماہ مبارک میں مشروع کی گئی ہیں وہ بھی سب اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے اہم عناصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ دور بھاگے ہوئے انسان کو اس مہینے کے ذریعہ اپنا قرب عطا فرمادیں۔

اب قرب حاصل کرلو

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾

(البقرة: ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ گیارہ

مہینوں تک تم جن کاموں میں مبتلا رہے ہو، ان کاموں نے تمہارے تقویٰ کی خاصیت کو کمزور کر دیا، اب روزے کے ذریعہ اس تقویٰ کی خاصیت کو دوبارہ طاقت ور بنالو۔ لہٰذا بات صرف اس حد تک ختم نہیں ہوتی کہ روزہ رکھ لیا اور تراویح پڑھ لی، بلکہ پورے رمضان کو اس کام کے لئے خاص کرنا ہے کہ گیارہ مہینے ہم لوگ اپنی اصل مقصدِ زندگی سے اور عبادت سے دور چلے گئے تھے، اس دوری کو ختم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینے کو پہلے ہی سے زیادہ سے زیادہ عبادات کے لئے فارغ کیا جائے، اس لئے کہ دوسرے کام دھندے تو گیارہ مہینے تک چلتے رہیں گے، لیکن اس مہینے کے اندر ان کاموں کو جتنا مختصر سے مختصر کر سکتے ہو کرلو، اور اس مہینے کو خالص عبادات کے کاموں میں صرف کرلو۔

رمضان کا استقبال

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ رمضان کا استقبال اور اس کی تیاری یہ ہے کہ انسان پہلے سے یہ سوچے کہ میں اپنے روزمرہ کے کاموں میں سے مثلاً تجارت، ملازمت، زراعت وغیرہ کے کاموں میں سے کن کن کاموں کو مؤخر کر سکتا ہوں، ان کو مؤخر کردے، اور پھر ان کاموں سے جو وقت فارغ ہو اس کو عبادت میں صرف کرے۔

رمضان میں سالانہ چھٹیاں کیوں؟

ہمارے دینی مدارس میں عرصۂ دراز سے یہ رواج اور طریقہ چلا آرہا ہے کہ سالانہ چھٹیاں اور تعطیلات ہمیشہ رمضان المبارک کے مہینے میں کی جاتی ہیں۔ ۱۵ شعبان کو تعلیمی سال ختم ہوجاتا ہے اور ۱۵ شعبان سے لے کر ۱۵ شوال تک دو ماہ کی سالانہ چھٹیاں ہوجاتی ہیں۔ شوال سے نیا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے۔ یہ ہمارے بزرگوں کا جاری کیا ہوا طریقہ ہے۔ اس طریقہ پر لوگ اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ مولوی صاحبان رمضان میں لوگوں کو اس بات کا سبق دیتے ہیں کہ آدمی رمضان کے مہینے میں بیکار ہو کر بیٹھ جائے، حالانکہ صحابۂ کرام نے تو رمضان المبارک میں جہاد کیا اور دوسرے کام کئے۔ خوب سمجھ لیں کہ اگر جہاد کا موقع آجائے تو بیشک آدمی جہاد بھی کرے، چنانچہ غزوہ بدر اور فتح مکہ رمضان المبارک میں ہوئے۔ لیکن جب سال کے کسی مہینے میں چھٹی کرنی ہی ہے تو اس کے لئے رمضان کے مہینے کا انتخاب اس لئے کیا تاکہ اس مہینے کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی براہِ راست عبادت کے لئے فارغ کرسکیں۔

اگرچہ ان دینی مدارس میں پورے سال جو کام ہوتے ہیں وہ بھی سب کے سب عبادت ہیں، مثلاً قرآنِ کریم کی تعلیم، حدیث کی تعلیم، فقہ کی تعلیم وغیرہ، مگر یہ سب بالواسطہ عبادات ہیں۔ لیکن رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس مہینے کو میری براہِ راست عبادات کے لئے فارغ کرلو۔ اس لئے ہمارے بزرگوں نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جب

چھٹی کرنی ہی ہے تو بجائے گرمیوں میں چھٹی کرنے کے رمضان میں چھٹی کرو تاکہ رمضان کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی براہِ راست عبادات میں صرف کیا جاسکے۔ لہٰذا رمضان المبارک میں چھٹی کرنے کا اصل منشا یہ ہے۔

بہرحال، رمضان المبارک میں چھٹی کرنا جن کے اختیار میں ہو وہ حضرات تو چھٹی کرلیں اور جن حضرات کے اختیار میں نہ ہو وہ کم از کم اپنے اوقات کو اس طرح مرتب کریں کہ اس کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی براہِ راست عبادت میں گزر جائے۔ اور حقیقت میں رمضان کا مقصود بھی یہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عباداتِ مقصودہ کا حکم

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ دیکھو قرآنِ کریم کی سورۃ الم نشرح میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝﴾ (سورۃ الم نشرح)

یعنی جب آپ (دوسرے کاموں سے جن میں آپ مشغول ہیں) فارغ ہوجائیں تو (اللہ تعالیٰ کی عبادت میں) تھکیے۔ کس کام کے کرنے میں تھکیے؟ نماز پڑھنے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے میں، اللہ تعالیٰ

کے سامنے سجدہ کرنے میں تھکیئے، اور اپنے رب کی طرف رغبت کا اظہار کیجئے۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم ذرا سوچو تو سہی کہ یہ خطاب کس ذات سے ہورہا ہے؟ یہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہورہا ہے، اور آپ سے یہ کہا جارہا ہے کہ جب آپ فارغ ہوجائیں، یہ تو دیکھو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کن کاموں میں لگے ہوئے تھے جن سے فراغت کے بعد تھکنے کا حکم دیا جارہا ہے؟ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی کاموں میں لگے ہوئے تھے؟ نہیں، بلکہ آپ کا تو ایک ایک کام عبادت ہی تھا، یا تو آپ کا کام تعلیم دینا تھا یا تبلیغ کرنا تھا یا جہاد کرنا تھا یا تربیت اور تزکیہ تھا، تو آپ کا تو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود آپ سے کہا جارہا ہے کہ جب آپ ان کاموں سے فارغ ہوجائیں یعنی تعلیم کے کام سے اور تبلیغ کے کام سے اور جہاد کے کام سے فارغ ہوجائیں تو اب آپ ہمارے سامنے کھڑے ہو کر تھکیئے۔ چنانچہ اسی حکم کی تعمیل میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری ساری رات نماز کے اندر اس طرح کھڑے ہوتے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن کاموں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشغول تھے وہ بالواسطہ عبادت تھی اور جس عبادت کی طرف اس آیت میں آپ کو بلایا جارہا تھا وہ براہِ راست عبادت تھی۔

مولوی کا شیطان بھی مولوی

ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مولوی کا شیطان بھی مولوی ہوتا ہے، یعنی شیطان مولویوں کو علمی انداز سے دھوکے دیتا ہے۔ چنانچہ مولوی کا شیطان مولوی صاحب سے کہتا ہے کہ یہ جو کہا جارہا ہے کہ تم گیارہ مہینے تک دنیاوی کاموں میں لگے رہے، یہ ان لوگوں سے کہا جارہا ہے جو تجارت اور کاروبار میں لگے رہے اور معیشت کے کاموں میں اور دنیاوی دھندوں میں اور ملازمتوں میں لگے رہے، لیکن تم تو گیارہ مہینے تک دین کی خدمت میں لگے رہے، تم تو تعلیم دیتے رہے، تبلیغ کرتے رہے، وعظ کرتے رہے، تصنیف اور فتویٰ کے کاموں میں لگے رہے اور یہ سب دین کے کام ہیں۔ حقیقت میں یہ شیطان کا دھوکا ہوتا ہے، اس لئے کہ گیارہ مہینے تک تم جن عبادات میں مشغول تھے وہ عبادت بالواسطہ تھی اور اب رمضان المبارک براہِ راست عبادت کا مہینہ ہے، یعنی وہ عبادت کرنی ہے جو براہِ راست عبادت کے کام ہیں۔ اس عبادت کے لئے یہ مہینہ آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہینہ کو اس عبادت میں استعمال کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

چالیس مقاماتِ قُرب حاصل کرلیں

اب آپ اپنا ایک نظام الاوقات اور ٹائم ٹیبل بنائیں کہ کس طرح یہ مہینہ گزارنا ہے، چنانچہ جتنے کاموں کو مؤخر کرسکتے ہیں ان کو مؤخر کردو۔

اور روزہ تو رکھنا ہی ہے اور تراویح بھی انشاء اللہ ادا کرنی ہی ہے، ان تراویح کے بارے میں حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب قدس اللہ سرہ بڑے مزے کی بات فرمایا کرتے تھے کہ یہ تراویح بڑی عجیب چیز ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو روزانہ عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ مقاماتِ قُرب عطا فرمائے ہیں، اس لئے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں جن میں چالیس سجدے کئے جاتے ہیں اور ہر سجدہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا اعلیٰ ترین مقام ہے کہ اس سے زیادہ اعلیٰ مقام کوئی اور نہیں ہو سکتا، جب انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور اپنی معزز پیشانی زمین پر ٹیکتا ہے اور زبان پر "سبحان ربی الاعلیٰ" کے الفاظ ہوتے ہیں تو یہ قربِ خداوندی کا وہ اعلیٰ ترین مقام ہوتا ہے جو کسی اور صورت میں نصیب نہیں ہو سکتا۔

ایک مؤمن کی معراج

یہی مقامِ قُرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے موقع پر لائے تھے، جب معراج کے موقع پر آپ کو اتنا اونچا مقام بخشا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ میں اپنی اُمت کے لئے کیا تحفہ لے کر جاؤں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُمت کے لئے یہ "سجدے" لے جاؤ، ان میں سے ہر سجدہ مؤمن کی معراج ہے۔ فرمایا الصلوٰۃ معراج المؤمنین یعنی جس وقت کوئی مؤمن بندہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں زمین پر رکھ دے گا تو اس کو معراج حاصل ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ سجدہ مقامِ قُرب ہے۔

سجدہ میں قُربِ خداوندی

سورۃ اقرأ میں اللہ تعالیٰ نے کتنا پیارا جملہ ارشاد فرمایا۔ یہ آیت سجدہ ہے، لہٰذا تمام حضرات سجدہ بھی کرلیں۔ فرمایا کہ:

﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝﴾ (سورۃ علق:۱۹)

سجدہ کرو اور ہمارے پاس آجاؤ۔ معلوم ہوا کہ ہر سجدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قُرب کا ایک خاص مرتبہ رکھتا ہے، اور رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں چالیس سجدے اور عطا فرمادیئے، جس کا مطلب یہ ہے کہ چالیس مقاماتِ قُرب ہر بندے کو روزانہ عطا کئے جارہے ہیں۔ یہ اس لئے دیے کہ گیارہ مہینے تک تم جن کاموں میں لگے رہے، ان کاموں کی وجہ سے ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ دوری پیدا ہوگئی ہے، اس دوری کو ختم کرنے کے لئے روزانہ چالیس مقاماتِ قُرب دے کر ہم تمہیں قریب کررہے ہیں، اور وہ ہے "تراویح" لہٰذا اس تراویح کو معمولی مت سمجھو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو آٹھ رکعت تراویح پڑھیں گے، بیس نہیں پڑھیں گے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمارہے ہیں کہ ہم تمہیں چالیس مقاماتِ قُرب عطا فرماتے ہیں، لیکن یہ حضرات کہتے ہیں کہ نہیں صاحب، ہمیں تو صرف سولہ ہی کافی ہیں، چالیس کی ضرورت نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے ان مقاماتِ قُرب کی قدر نہیں پہچانی، تبھی تو ایسی باتیں کر رہے ہیں۔

تلاوتِ قرآنِ کریم کی کثرت کریں

بہرحال، روزہ تو رکھنا ہی ہے اور تراویح تو پڑھنی ہی ہے، اس کے علاوہ بھی جتنا وقت ہوسکے عبادات میں صرف کرو۔ مثلاً تلاوت قرآنِ کریم کا خاص اہتمام کرو، کیونکہ اس رمضان کے مہینے کو قرآنِ کریم سے خاص مناسبت ہے، اس لئے اس میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کرو۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں روزانہ ایک قرآنِ کریم دن میں ختم کیا کرتے تھے اور ایک قرآنِ کریم رات میں ختم کیا کرتے تھے اور ایک قرآنِ کریم تراویح میں ختم فرماتے تھے، اس طرح پورے رمضان میں اکسٹھ قرآنِ کریم ختم کیا کرتے تھے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رمضان کے دن اور رات میں ایک قرآنِ کریم ختم کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے بزرگوں کے معمولات میں تلاوت قرآنِ کریم داخل رہی ہے۔ لہٰذا ہم بھی رمضان المبارک میں عام دنوں کی مقدار کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار کو زیادہ کریں۔

نوافل کی کثرت کریں

دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، ان کو رمضان المبارک میں پڑھنے کی کوشش کریں۔ مثلاً تہجد کی نماز پڑھنے کی

عام دنوں میں توفیق نہیں ہوتی، لیکن رمضان المبارک میں رات کے آخری حصے میں سحری کھانے کے لئے تو اٹھنا ہوتا ہی ہے، تھوڑی دیر پہلے اٹھ جائیں اور اسی وقت تہجد کی نماز پڑھ لیں۔ اس کے علاوہ اشراق کی نوافل، چاشت کی نوافل، اوّابین کی نوافل، عام ایام میں اگر نہیں پڑھی جاتیں تو کم از کم رمضان المبارک میں تو پڑھ لیں۔

صدقات کی کثرت کریں

رمضان المبارک میں زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کریں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دریا ویسے تو سارے سال ہی موجزن رہتا تھا، لیکن رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکیں مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں، جو آپ کے پاس آیا اس کو نواز دیا۔ لہٰذا ہم بھی رمضان المبارک میں صدقات کی کثرت کریں۔

ذکر اللہ کی کثرت کریں

اس کے علاوہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں۔ ہاتھوں سے کام کرتے رہیں اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے۔ سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔ سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم۔ لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ ان کے علاوہ درود شریف اور استغفار کی کثرت کریں، اور ان

کے علاوہ جو ذکر بھی زبان پر آجائے بس چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں۔

گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں

اور رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے اجتناب کریں اور اس سے بچنے کی فکر کریں۔ یہ طے کرلیں کہ رمضان کے مہینے میں یہ آنکھ غلط جگہ پر نہیں اٹھے گی۔ انشاء اللہ۔ یہ طے کرلیں کہ رمضان المبارک میں اس زبان سے غلط بات نہیں نکلے گی۔ انشاء اللہ۔ جھوٹ، غیبت، یا کسی کی دل آزاری کا کوئی کلمہ نہیں نکلے گا۔ رمضان المبارک کے مہینے میں اس زبان پر تالا ڈال لو، یہ کیا بات ہوئی کہ روزہ رکھ کر حلال چیزوں کے کھانے سے تو پرہیز کرلیا، لیکن رمضان میں مردہ بھائی کا گوشت کھارہے ہو۔ اس لئے کہ غیبت کرنے کو قرآنِ کریم نے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے۔ لہٰذا غیبت سے بچنے کا اہتمام کریں۔ جھوٹ سے بچنے کا اہتمام کریں۔ اور فضول کاموں سے، فضول مجلسوں سے اور فضول باتوں سے بچنے کا اہتمام کریں۔ اس طرح یہ رمضان کا مہینہ گزارا جائے۔

دعا کی کثرت کریں

اس کے علاوہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی خوب کثرت

کریں۔ رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، رحمت کی گھٹائیں جھوم جھوم کر برس رہی ہیں، مغفرت کے بہانے ڈھونڈے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دی جارہی ہے کہ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا جس کی دعا میں قبول کروں۔ لہذا صبح کا وقت ہو یا شام کا وقت ہو یا رات کا وقت ہو، ہر وقت مانگو۔ وہ تو یہ فرمارہے ہیں کہ افطار کے وقت مانگ لو، ہم قبول کرلیں گے۔ رات کو مانگ لو، ہم قبول کرلیں گے۔ روزہ کی حالت میں مانگ لو، ہم قبول کرلیں گے۔ آخر رات میں مانگ لو، ہم قبول کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے کہ ہر وقت تمہاری دعائیں قبول کرنے کے لئے دروازے کھلے ہوئے ہیں، اس لئے خوب مانگو۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مانگنے کا مہینہ ہے، اس لئے ان کا معمول یہ تھا کہ رمضان المبارک میں عصر کی نماز کے بعد مغرب تک مسجد ہی میں بیٹھ جاتے تھے اور اس وقت کچھ تلاوت کرلی، کچھ تسبیحات اور مناجات مقبول پڑھ لی، اور اس کے بعد باقی سارا وقت افطار تک دعا میں گزارتے تھے، اور خوب دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس لئے جتنا ہوسکے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کرنے کا اہتمام کرو۔ اپنے لئے، اپنے اعزّہ اور احباب کے لئے، اپنے متعلّقین کے لئے، اپنے ملک و ملّت کے لئے، عالم اسلام کے لئے دعائیں مانگو۔ اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس رمضان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے اوقات کو صحیح طور پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین